

میر باقر علی دہلوی

(1928ء - وفات)

میر باقر علی دہلوی، دہلی کے آخری داستان گو تھے۔ وہ داستان سنانے دور دور جاتے تھے۔ راجاؤں اور نوابوں کے دربار میں بلائے جاتے تھے۔ وہ ریاست پٹیالہ میں داستان سنانے کے لیے ملازم بھی رہے۔ پٹیالہ سے دہلی آگئے۔ دہلی میں اہلی کی پہاڑی پر ان کا گھر تھا۔ سنیما کے رواج نے داستان گوئی کے فن کو متاثر کر دیا جس کی وجہ سے ان کی عمر کا آخری حصہ غربی میں بسر ہوا۔ داستان گوئی انھیں ورثے میں ملی تھی۔ وہ اپنے نانا میر پیڑا کے شاگرد تھے۔

شاہد احمد دہلوی نے لکھا ہے: ”میر صاحب بزم اور رزم کو اس انداز سے بیان کرتے کہ آنکھوں کے سامنے پورا نقشہ کھنچ جاتا۔ داستان کہتے جاتے اور موقع بہ موقع ایک ٹنگ کرتے جاتے۔ ہر علم کا انھوں نے باقاعدہ مطالعہ کیا تھا۔ بڑھاپے میں ناقدری اور کسمپرسی کے ہاتھوں میر صاحب کو بڑی تکلیف پہنچی۔“

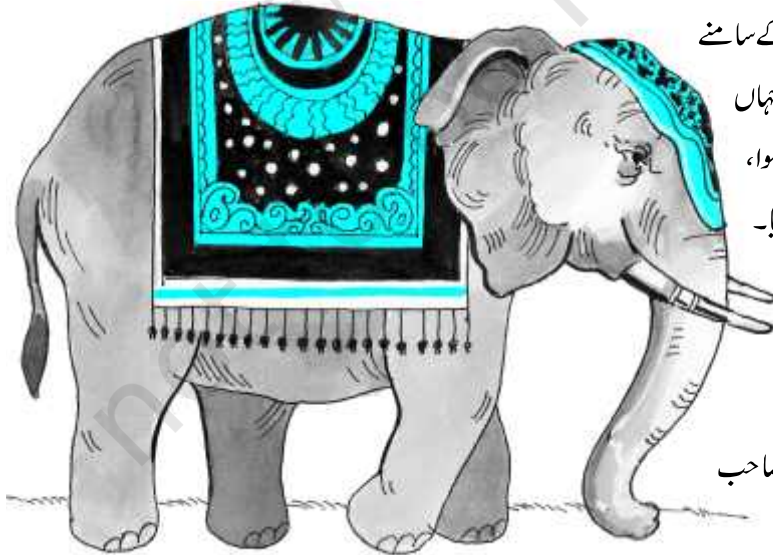
میر باقر علی نے ”پاجی پڑوس“، ”گاڑے خاں نے لملل جان کو طلاق دے دی“ اور ”مولا بخش ہاتھی“ کے نام سے کتابیں بھی لکھی تھیں۔

بہادر شاہ کا ہاتھی

مولابخش اتنا اونچا ہاتھی تھا کہ اُس کے قد کے برابر ہاتھی نظر سے نہیں گزرا۔ جب اُس پر عماری کسی جاتی تھی تو وہ دہلی کے کسی دروازے سے نکل نہیں سکتا تھا۔ وہ چاروں گھٹنے ٹیک کر شہر سے باہر جاتا تھا اور اسی طرح اندر داخل ہوتا تھا۔ آخر بہادر شاہ بادشاہ نے لاہوری دروازے کو ٹوڑا کر مولابخش ہی کے واسطے اتنا اونچا کروا دیا کہ وہ مع عماری کے گزر جائے۔

اکبر شاہ ثانی کے زمانے میں ایک سوداگر مولابخش ہاتھی کو لایا تھا۔ اُس کے فیل بان بخارا کے ایک سید تھے، کیوں کہ کسی اور شخص کا بادشاہ کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی تھی۔ بہادر شاہ نے فیل بان کو مہابت خاں کا خطاب دیا اور جاگیر بخشی۔

ایک روز مولابخش مستی میں آکر بے قابو ہو گیا۔ سید صاحب کو غافل پا کر اُس نے انھیں سوئڈ میں لپیٹ لیا۔ پھر اُس نے اُن کی ایک ٹانگ اپنے پاؤں کے نیچے داب کر اور ایک سوئڈ میں پکڑ کر انھیں زندہ چیر ڈالا۔ سید صاحب کی بیوہ کا تھسا سا بچہ دو ڈیڑھ برس کا اُس کی گود میں تھا۔ بے چاری خاوند کے غم میں روتی پیتی آئی اور اپنے بچے کو مولابخش کے آگے ڈال کر کہا: ”لے موئے! اس کو بھی مار ڈال۔“ اُس وقت تک مولابخش کی مستی اُتر چکی تھی۔ اُس نے بچے کو سوئڈ سے پکڑ کر اپنی گردن پر بٹھالیا۔ اُس روز سے



یہ بچہ مولابخش کے ساتھ رہتا۔ بچے کے سامنے مولابخش سے جو کہو، وہ فوراً کرتا اور جہاں یہ بچہ مولابخش کی آنکھ سے اوجھل ہوا، مولابخش نے دنگا کرنا شروع کر دیا۔ اُس بچے کا نام رحمت علی تھا۔

جب رحمت علی بڑا ہوا تو اُس کے ہم عمر بچے اُس کے ساتھ کھیلنے کو آتے۔ اگر کسی بچے نے سید صاحب سے کہا: ”یار! گتا نہیں کھلو اتے۔“

تو سید صاحب مولابخش سے کہتے کہ ”مولابخش! ہمارے یار کو یاری دو۔“ مولابخش گتا چھیل کر جس بچے کو سید صاحب کہہ دیتے، دے دیا کرتا تھا۔ مولابخش پر سواری کرنے اور گتوں کے لالچ سے لڑکے تمام دن وہیں جمع رہتے۔ کوئی لڑکا کہتا: ”مولابخش یار! چڈھی دلواؤ۔“ تو یہ اپنی سوئڈ پر سے یا پاؤں کو ٹیڑھا کر کے اس لڑکے کو اوپر چڑھا لیتا تھا۔ جب لڑکے زیادہ ہوتے اور ان میں سے کوئی کہتا: ”مولابخش یاری آوے“ تو مولابخش گتا چھیل کر سوئڈ میں لے لیتا اور تمام لڑکوں کی نظر بچا کر اُس لڑکے پر گتا پھینک دیتا تھا۔

جب چڑکٹا مولابخش کو روٹی دیتا تو وہ ہر نوالے میں سے ایک کنارہ روٹی کا اپنی باجھ سے باہر نکال دیتا تھا جو بھی لڑکا پاس کھڑا ہوتا، دوڑ کر اُس ٹکڑے کو پکڑ لیتا تھا۔ ہاتھی کی روٹی دو تین انچ موٹی ہوتی ہے۔ بچے اُس کو زور کر کے توڑتا اور مروڑتا۔ غرض بہ ہزار وقت جب ٹکڑا اس کے ہاتھ آجاتا اور بچہ وہ ٹکڑا لے کر بھاگ جاتا، اُس وقت مولابخش وہ نوالا کھاتا تھا۔ نوالے میں سے جب تک کوئی بچہ ٹکڑا نہ لے لیتا، وہ روٹی نہ کھاتا تھا۔ لڑکوں سے مولابخش کا بڑا پکا یار نہ تھا۔ جہاں کسی لڑکے نے مولابخش سے کہا کہ مولابخش! ’نکی‘ آوے۔ مولابخش اپنا ایک پاؤں اٹھا لیتا تھا۔ اور وہی لڑکا جب ”گھٹنے کی“ کہتا تو مولابخش اپنا پاؤں زمین پر رکھتا تھا۔ اگر فیل خانے کے کسی آدمی نے بچوں کو دھمکایا اور وہ نکی مانگ کر چلے گئے تو مولابخش اسی طرح اپنا پاؤں اٹھائے کھڑا رہتا۔ ہر چند سید صاحب کہتے کہ ”وہ بچہ تھا، چلا گیا“، لیکن مولابخش کب سنتے تھے۔ جب اسی لڑکے کو بلا کر لاتے اور وہی لڑکا کہتا کہ ”مولابخش! گھٹنے کی“۔ تب جا کر وہ اپنا پاؤں زمین پر رکھتا۔

مولابخش جب اپنے گئے لاتا تھا اور بازار میں کوئی لڑکا کہتا کہ ”مولابخش نکی آوے“ تو مولابخش فوراً اپنا ایک پاؤں اٹھا لیتا۔ چڑکٹا ہر چند کہتا تھا ”بیٹا چل“، لیکن کیا مجال جو یہ آگے سرک جائیں۔ جب تک ”گھٹنے کی“ وہی لڑکا نہ کہے، مولابخش اُس سے مس نہ ہوتا تھا۔

ایک روز فیل بان نے بادشاہ سے عرض کی: ”حضور! مولابخش تمام گئے اور راتب کی روٹیاں بانٹ دیتا ہے۔ پہرے پر حکم دے دیا جائے کہ کوئی لڑکا اُس کے پاس نہ آئے۔“ چنانچہ بادشاہ نے حکم دے دیا۔ صبح کو حسب معمول مولابخش نے لڑکوں کا انتظار کیا۔ جب کوئی لڑکا نہ آیا تو مولابخش نے گئے نہ کھائے۔ شام کو راتب نہ کھایا۔ پانی نہ پیا۔ دوسرا روز گزرا، فیل بان نے ہر چند کہا: ”بیٹا روٹی کھالے“، لیکن مولابخش نے کچھ نہ کھایا۔ جب تیسرا روز ہوا تو فیل بان کو خیال ہوا کہ یہ تو مر جائے گا، اگر نہ کھائے گا۔ مجبوراً بادشاہ کے پاس گیا اور عرض کی ”حضور! مولابخش نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا۔“ یہ سُن کر بادشاہ نے فرمایا: ’بھائی! میں بھی فقیر ہوں اور میرا ہاتھی بھی ایسا ہی ہے۔ خدا نے ہم کو اس واسطے دیا ہے کہ بانٹ کر کھائیں۔ پہرے پر حکم دو کہ کسی لڑکے کو نہ

روکا جائے، غرض جب لڑکے آئے تو مولا بخش نے راتب اور گئے بانٹ کر کھانے شروع کر دیے۔
 مولا بخش جب بادشاہ کے رو برو آتا تھا تو دونوں گھٹنے ٹیک کر اور سر جھکا کر سلام کرتا تھا۔ اس کی مستک اتنی بلند تھی کہ سید صاحب اوپر بیٹھے ہوئے دکھائی نہیں دیتے تھے اور جب بادشاہ سوار ہوتے تھے تو نہایت ادب سے سرنگوں چلتا تھا۔

(میر باقر علی دہلوی)

مشق

● معنی یاد کیجیے:

عماری	:	ہاتھی کی پیٹھ پر ایک کرسی باندھی جاتی ہے جس پر آدمی بیٹھ جاتے ہیں
مع	:	ساتھ
راتب	:	جانور کا کھانا
فیل	:	ہاتھی
جاگیر	:	بادشاہ کی طرف سے عطا کی گئی زمین
نافل	:	بے خبر
سرنگوں	:	سر جھکائے ہوئے

● غور کیجیے:

☆ جانور بھی انسانوں سے محبت کرتے ہیں۔ انسانوں کو بھی جانوروں کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

سوچیے اور بتائیے:

- 1 - بہادر شاہ نے لاہوری دروازہ کیوں تڑوایا؟
- 2 - مولا بخش کے پاس بچے کیوں آتے تھے؟
- 3 - ہاتھی کی روٹی کیسی ہوتی تھی؟
- 4 - مولا بخش نے کھانا کیوں بند کر دیا تھا؟
- 5 - بادشاہ اور مولا بخش میں کون سی باتیں ملتی جلتی تھیں؟

خالی جگہوں کو بھریے:

- 1 - مولا بخش چاروں گھٹے ٹیک کر..... سے باہر جاتا ہے۔
- 2 - فیل بان بخارا کے..... تھے۔
- 3 - ایک روز مولا بخش نے مستی میں آکر..... کو مار ڈالا۔
- 4 - مولا بخش نے اُس بچے کو اپنی گردن پر..... سے پکڑ کر بٹھالیا۔

نیچے لکھے ہوئے محاوروں سے جملے بنائیے:

آنکھ سے اوجھل ہونا ٹس سے مس نہ ہونا نظر بچانا

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے متضاد لکھیے:

بلند غافل بے قابو سر بلند صبح

عملی کام:

☆ اسم کی جگہ استعمال ہونے والے لفظ کو ”ضمیر“ کہتے ہیں۔ مثلاً اُس، وہ، تم، میں، ہم وغیرہ۔ اس سبق سے پانچ ایسے جملے لکھیے جن میں کسی ضمیر کا استعمال کیا گیا ہو۔